خلیق احمد نظامیؒ اور ان کی تصنیف تاریخ مشائخ چشت ۔ایک مطالعہ

محمد ادریس لودھی*

غلام مجتبیٰ قریشی**

خاندانی حالات:

خلیق احمد نظامی کے پرداد مولوی ارشاد علی (1825-1900ء) جن کا شمار حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ (1820ء–1901ء) کے خاص مریدین میں ہوتا تھا۔اٹھارویں پشت میں سلسلہ نسب حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے جاملتا ہے۔(۱)

مولوی ارشادعلی سلسلہ چشتیہ سے منسلک تھے اسی لیے دیوان اللہ جوایا صاحب (سجادہ درگاہ بابا فریدؒ) سے بڑے گہرے روحانی وسماجی مراسم تھے۔مشائخ سلسلہ چشتیہ کی بعض اہم کتب جومولوی ارشادعلی نے نقل کرائیں تھیں ان کی تصحیح کا کام حضرت دیوان صاحب نے انجام دیا تھا۔مولوی ارشادعلی صاحب کو دینی لٹریچر اور خصوصی طور پر تصوف کی کتب سے بہت دلچسپی تھی اور آپ کا عالی شان کتب خانہ بھی تھا۔جو بدقسمتی سے گردش زمانہ کا شکار ہوگیا۔اگر یہ محفوظ رہتا تو یقیناً اس کا شمار ہندوستان کے چندمخصوص کتب خانوں میں ہوتا۔مولوی ارشادعلی کے علمی ذوق کا ثبوت ان کی چندتصانیف سے بھی ہوتا ہے۔ جن میں سے 3 کتب شائع ہوچکی ہیں۔جبکہ بہت سی کتب غیر مطبوعہ ہیں اور قلمی نسخے بھی موجود ہیں۔

(i) حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ کی چند مثنویاں(ii) بشرالمدائح مطبع لاہور 1304ھ (iii) بشیر النصائح مطبع لاہور 1304ھ(۲)

دسمبر 1900ء میں مولوی ارشادعلی صاحب نے اپنے وطن امروہہ میں وصال فرمایا۔پیر شاہ ابن صاحبؒ کے مزار کے احاطے میں تدفین ہوئی۔(۳)

آپ کی وفات پر قومی اخبارات نے آپ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے رنج وافسوس کا اظہار کیا۔آپ کے تین فرزند تھے۔

۱۔ مولوی فرید احمد (دادا خلیق احمد نظامی) ۲۔مولوی فضل احمد ۳۔ مولوی شریف احمد

مولوی فرید احمد صاحب (1871-1942ء) کو بھی خواجہ اللہ بخش تونسویؒ (م 1901ء/ 1319ھ) سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔(۴)

مولوی عزیز احمد صاحب (والد خلیق احمد نظامی) میرٹھ میں قیام پذیر تھے اور وکیل تھے اور یہی مولوی فرید صاحب نے

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، پاکستان

**پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، پاکستان

1942ء میں وفات پائی اور تدفین قبرستان شاہ ولایت میں ہوئی۔

ولادت خلیق احمد نظامی:

خلیق احمد نظامی برطانوی ہند کے متحدہ صوبہ جات کے قصبہ امروہہ میں 5 دسمبر 1925ء کو پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام عزیز احمد اور والدہ کا نام سعیدہ نظامی تھا۔(۵)

تعلیم:

خلیق احمد صاحب نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولوی فرید احمد صاحب سے حاصل کی۔رسمی تعلیم ہندوستان ہی میں حاصل کی اور اس مقصد کیلئے مختلف شہروں کا سفر اختیار کیا۔1945ء میں ''یونیورسٹی آف آگرہ'' سے ایم۔اے تاریخ کی سند حاصل کی اور بعد ازاں اسی ادارہ سے ایل۔ایل۔بی کا امتحان ممتاز حیثیت سے پاس کیا۔

کسب معاش اور شیخ الجامعہ علی گڑھ:

خلیق احمد نظامی صاحب کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے انڈین نیشنل کانگریس سے وابستگی کی بناء پر ہجرت نہ کی بلکہ ہندوستانی شہریت کو اپنایا۔نتیجتاً آپ 1947ء میں اپنی فیملی کے ساتھ ہندوستان ہی میں رہے۔جبکہ آپ کے کچھ بھائی اور بہنیں پاکستان اور یو۔ایس چلے گئے۔جہاں وہ اور ان کے بچے آج بھی رہائش اختیار کیے ہوئے ہیں۔1947ء میں نظامی صاحب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں بحیثیت استاد مقرر ہوئے۔

1953ء میں آپ شعبہ تاریخ میں ریڈر مقرر ہوئے۔1963ء میں آپ ترقی پا کر پروفیسر بن گئے۔پھر آپ یونیورسٹی کے ایڈوانس سٹڈی ان ہسٹری کے چیئر مین بنے۔1968ء میں سینئر پروفیسر آف دی یونیورسٹی کے خطاب سے نوازے گئے چونکہ آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے انتظامی امور میں اہم کردار ادا کیا تھا۔73-1972ء میں پرو وائس چانسلر بنے۔1974ء میں وائس چانسلر بنے۔1978ء میں شام میں انڈیا کے سفیر کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔ 80-1978ء میں یونیورسٹی کے سوشل سائنسز کے ڈین رہے۔1980ء میں علی گڑھ ہسٹری ڈیپارٹمنٹ کے دوبارہ چیئر مین بنے۔(۶) 83-1982ء میں آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ریٹائرڈ ہو گئے۔ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی وفات (1997ء) تک آپ نے علی گڑھ میں ہی مقیم رہے اور تادم آخر تحقیقی کام کرتے رہے۔(۷)

ازدواجی زندگی:

رضیہ نظامی کے ساتھ آپ کی شادی ہوئی جن سے آپ کے پانچ بچے ہوئے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ سب سے بڑے صاحبزادے پروفیسر احتشام احمد نظامی ریٹائرڈ پروفیسر مکینکل انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

۲۔ صاحبزادی: مسز عذرا علوی ریٹائرڈ ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف ہسٹری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

۳۔ پروفیسر وجیہہ احمد نظامی (م 1998ء) ڈیپارٹمنٹ آف زوالوجی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

۴۔ ڈاکٹر فرحان نظامی ڈائریکٹر آکسفورڈ سنٹر فار اسلامک سٹڈیز یو۔کے

۵۔ مجیب احمد نظامی (۸)

وفات:

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے 5 دسمبر 1997ء کو وفات پائی۔(۹) آپ کو علی گڑھ میں یونیورسٹی کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

خدمات و اعزازات:

☆ Oxford Center of Islamic Studies (OCIS) کے ٹرسٹی تھے۔

☆ 1963ء میں نیو دہلی میں منعقد ہونے والی ''انٹرنیشنل کانگریس آف مستشرقین'' میں آپ نے اسلامی تعلیمات کے سیکشن کے سیکرٹری کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔

☆ 1965ء میں الٰہ آباد میں منعقد ہونے والی ''انڈین ہسٹری کانگریس'' میں قرون وسطیٰ کی انڈین ہسٹری کی صدارت کی۔

☆ 1969ء میں ''پنجاب ہسٹری کانگریس'' کے ہسٹری سیکشن کی صدارت کی۔

☆ یو۔پی کے ریجنل ریکارڈ سروے (الٰہ آباد) کے ممبر رہے۔

☆ ایسی پیشہ ورانہ تنظیمیں جو انڈین تاریخ کے مطالعہ کو ترقی دینا چاہتی تھیں آپ نے ان کی حوصلہ افزائی کی۔

☆ ''کریسنٹ لوٹس بک سریز'' کے جنرل ایڈیٹر تھے۔

☆ ''سرسید اکیڈمی'' کے ڈائریکٹر بھی رہے۔اور صدر سرسید ہال رہے۔

☆ پروفیسر خلیق صاحب نے علی گڑھ میں بطور اثاثہ ایک لائبریری بھی چھوڑی جو کہ 60 ہزار سے زائد کتب پر مشتمل ہے اور اس میں سو سال پرانا مواد بھی موجود ہے۔

خلیق صاحب کا علمی ذخیرہ:

خلیق احمد نظامی صاحب ایک عہد ساز شخصیت تھے۔جنہوں نے اپنے پیچھے بہت سا علمی ذخیرہ چھوڑا اور نئے آنے والوں کیلئے مختلف میدانوں میں ایک بنیاد فراہم کر گئے۔خصوصی طور پر آپ نے ''قرون وسطیٰ کی مسلم انڈین تاریخ'' پر جو کام کیا ہے تاریخ اسے ہمیشہ یاد رکھے گی۔آپ کی زیادہ تر کتب اور آرٹیکل اسی شعبہ سے متعلق ہیں۔خلیق صاحب نے سوانح، تاریخ، تصوف اور سیاسی تحریروں کو موضوع سخن بنایا۔بہر حال ہم آپ کے تصنیفی کام کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(i) تصانیف:

آپ کی تصانیف کی تعداد 53 ہے۔ چند مشہور و معروف تصانیف کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

۱۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی مکتوبات: اشاعت اول 1951ء علی گڑھ، اشاعت دوم ندوۃ المصنفین دہلی 1969ء۔ ان مکتوبات کی بدولت وسیع پیمانے پر وہ بنیادیں فراہم ہوئیں جن کی بدولت ''انڈین مسلم تاریخ'' میں ولی اللہ حصے کو سمجھا جا سکے۔(۱۰)

۲۔ تاریخ مشائخ چشت: 1953ء میں پہلا ایڈیشن ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن 1980ء میں ادارہ ادبیات دہلی سے 2 جلدوں میں شائع ہوا۔ تیسرا ایڈیشن ابھی حال ہی میں آکسفورڈ پریس نے 2 جلدوں میں شائع کیا ہے۔(۱۱)

۳۔ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی: 1953ء میں پہلا ایڈیشن ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن 1964ء میں شائع ہوا۔(۱۲)

۴۔ حیات وادوارِ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ: 1955ء میں علی گڑھ سے پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ دوسرا اور تیسرا ایڈیشن ادارہ ادبیات دہلی سے 1973ء اور 1998ء میں شائع ہوا۔

۵۔ سلطنت دہلی کے مذہبی رجحانات: اشاعت اول 1958ء ندوۃ المصنفین دہلی، اور اشاعت دوم 1981ء ادارہ ادبیات دہلی۔ اس کتاب میں دہلی کے سلاطین کے مذہبی رویوں اور تعلیمات کو بیان کیا گیا ہے۔(۱۳)

۶۔ سیاست اور معاشرہ: اس کتاب میں ابتدائی قرون وسطیٰ کے ادوار کو پروفیسر محمد حبیب مرحوم کے جمع کردہ کام کو ایڈٹ کیا ہے۔ ڈیپارٹمنٹ آف ہسٹری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے پیپلز پبلشنگ ہاؤس دہلی کے ذریعے 1974-81ء میں دو جلدوں میں اسے شائع کیا۔(۱۴)

۷۔ سرسید اور علی گڑھ تحریک: 1982ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئی۔ سرسید احمد خان اور تحریک علی گڑھ کے احوال پر مشتمل ہے۔

۸۔ مآثر مولانا ابوالکلام آزاد: 1992ء میں ادارہ ادبیات دلی سے اشاعت ہوئی۔(۱۵)

۹۔ اسلامی فکر وتہذیب کا اثر ہندوستان پر: 1982ء میں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ نے اسے شائع کیا۔ اس کتاب میں اسلامی فکر اور ثقافت کے ہندوستان پر اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۰۔ صوفیاء کرام اور قومی یکجہتی: 1984ء میں فخرالدین علی احمد میموریل سوسائٹی لکھنؤ نے شائع کیا۔

۱۱۔ اکبر اور مذہب: 1989ء میں ادارہ ادبیات دلی نے اسے شائع کیا۔

۱۲۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لادینی روایات: 1991ء میں یونیورسٹی پریس علی گڑھ نے اس کتاب کو شائع کیا۔

۱۳۔ حیات وادوار شیخ نظام الدین اولیاءؒ: 1991ء میں ادارہ ادبیات دلی نے اسے شائع کیا۔

۱۴۔ حیات اور دورِ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی: 1991ء میں ادارہ ادبیات دلی سے شائع ہوئی۔

۱۵۔ جنوبی ایشیاء کی صوفی ادبی روایات کی ترقی میں فارسی اثرات: 1992ء میں واشنگٹن سے شائع ہوئی۔

۱۶۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: 1992ء میں آکسفورڈ سے شائع ہوئی۔ عربی زبان میں تحریر کردہ ہے۔

۱۷۔ سرسید کی فکر اور عصر جدید کے تقاضے: 1993ء انجمن ترقی اُردو دہلی نے اسے شائع کیا۔

۱۸۔ سرسید کی تعلیم، معاشرہ اور معیشت: 1995ء میں ادارہ ادبیات دلی سے اشاعت ہوئی۔

۱۹۔ سرسید آپ سے بولتے ہیں: 1997ء میں ادارہ ادبیات دلی سے اس کا نظر ثانی ایڈیشن شائع ہوا۔

۲۰۔ مآثر و مکاتب ڈاکٹر ذاکر حسین: 1997ء میں اردو میں ادارہ ادبیات دلی نے چھاپی۔

۲۱۔ اسلامی تصوف کا مطالعہ: 1997ء میں ادارہ ادبیات دلی سے اشاعت ہوئی۔

(ii) انسائیکلو پیڈیاز میں کردار:

خلیق احمد صاحب نے جن جن انسائیکلو پیڈیاز میں خدمات سرانجام دیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، لندن: انسائیکلو پیڈیا پر سیکا، نیویارک:

ہندی انسائیکلو پیڈیا، ورنسائی: سکھ انسائیکلو پیڈیا، پٹیالہ:

اُردو انسائیکلو پیڈیا، حیدر آباد: انسائیکلو پیڈیا آف ہندوستانی ادب، ساہتیا اکیڈمی، دہلی:

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن، نیویارک: اسلام انسائیکلو پیڈیا، استنبول:

اسلامیکا انسائیکلو پیڈیا، تہران: انسائیکلو پیڈیا آف ایشین ہسٹری، نیویارک: انسائیکلو پیڈیا انڈیا، کلکتہ

(iii) بالاشتراک تصنیفی خدمات:

۱۔ ہندوستان کی جامع تاریخ (والیم ۵) ۲۔ ہندوستان کی جامع تاریخ (والیم ۱۱)

۳۔ پنجاب کی تاریخ ۴۔ اسلام (گرونانک کی پانچ صد سالہ تقریب کا سلسلہ)

۵۔ اسلام کا جغرافیہ (والیم ۲) ۶۔ قرون وسطیٰ کی دکن کی تاریخ

۷۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نمائندگی والیم ۸۔ اے۔ این۔ جہاں نمائندگی والیم

۹۔ ہندوستان کی روح (مسز اندرا گاندھی نمائندگی والیم) ۱۰۔ عرشی نمائندگی والیم

۱۱۔ ڈاکٹر غلام یزدانی یادگاری والیم ۱۲۔ گرونانک کا نظارہ

۱۳۔ وسطی ایشیاء کی تہذیبی تاریخ کے سلسلہ میں یو۔ این۔ ای۔ ایس۔ سی۔ او نے ایک پروجیکٹ پر کام کیا۔ اس سلسلہ میں 9 تا 11 اکتوبر 1978ء کو پیرس میں وسطی ایشیاء کی تہذیبی تاریخ کے ماہرین کی ایک کانفرنس ہوئی۔ اس ضمن میں آپ نے ایک باب گر (Ghur) تحریر کیا۔

(iv) اُردو اور انگریزی آرٹیکلز/تحقیقی مضامین:

نظامی صاحب نے اردو میں ۵۶ اور ۴۷ انگریزی ریسرچ آرٹیکلز تاریخ، تصوف، ہندوستانی ادوار وشخصیات کے رجحانات، ہندوستانی صوفیاء کی شخصیات اور ان کے نقطہ نظر اور ہندوستانی تحاریک پر تحریر کئے۔ جو ملکی و غیر ملکی Journal's Research میں شائع ہوئے۔

تاریخ مشائخ چشت کا خصوصی مطالعہ:

اس کتاب میں خلیق احمد نظامی نے چشتی سلسلہ کے بزرگوں کے احوال وآثار اس انداز میں لکھتے ہیں کہ جن سے ان کی زندگی اور ان کے کام کی صحیح روح آشکار ہوجائے اور قاری کے سامنے ان بزرگوں کی قوت فیصلہ، صحت افکار، طبیعت کی ہیجان پذیری کی وسعت، گہرائی اور پائیداری، سیرت کی تربیت کے لوازم، خود اعتمادی، عزت نفس، ضبط نفس، بے لوث خدمت کا جذبہ اور ان کی اخلاقی جرأت و بلند حوصلہ کا نقشہ آجائے۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مصنف نے اٹھارویں صدی اور انیسویں صدی کے مشائخ چشت کے احوال وآثار بڑی تحقیق وجستجو سے جمع کئے ہیں۔ مصنف نے بزرگوں کے کارناموں کو ان کے دور کے سیاسی، تمدنی اور معاشی حالات کو بھی واضح کیا ہے۔

کتاب کا مقصد/وجہ تالیف:

مؤلف نے کتاب کی وجہ تالیف خود تحریر نہیں کی۔ یہ کام ان کے استاد نے کیا ہے چنانچہ محمد حبیب صاحب تحریر کرتے ہیں:

> ''اس کتاب کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ تاریخ اور تنقید کی روشنی میں ان مفکرین کی تعلیمات کو پیش کیا جائے اور باقی رکھا جائے جو گفتار و کردار، فکر و عمل میں حق پرستی اور سچائی کے علمبردار تھے۔''(۱۶)

زمانہ تالیف اور اشاعت:

خلیق صاحب کی تصوف کے موضوع پر اور خصوصی طور پر چشتی بزرگوں کے حوالے سے پہلی کامیاب کاوش تھی۔ جسے انتہائی پذیرائی ملی۔ یہ کتاب 1953ء میں پہلی مرتبہ ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن دو جلدوں میں 1980ء میں ادارہ ادبیات دہلی سے شائع ہوا۔ خلیق صاحب کی یہ باقاعدہ دوسری کتاب تھی۔ اس سے قبل آپ کی پہلی کتاب ''شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی مکتوبات'' 1951ء میں شائع ہوئی تھی۔

مصنف کا تصنیفی لائحہ عمل:

مصنف کا سلسلہ چشتیہ کی تاریخ اور اس کے بزرگوں کے احوال کو مختلف انداز میں پانچ جلدوں میں شائع کرنے کا ارادہ تھا۔

جلد اول: خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ تک

جلد دوم: خواجہ کمال الدینؒ سے حضرت یحییٰ مدنیؒ تک نیز دکن، بنگال، مالوہ اور گجرات کی خانقاہوں اور ان کے مشائخ کے احوال

جلد سوم: صابریہ سلسلہ پر حضرت علی احمد صابرؒ سے حضرت شیخ ابو سعید گنگوہیؒ تک

جلد چہارم: نظامیہ سلسلہ پر حضرت شاہ کلیم اللہ دہلویؒ سے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ تک

جلد پنجم: صابریہ سلسلہ پر حضرت شاہ محبّ اللہ الٰہ آبادیؒ سے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ تک

پیش نظر جلد اس سلسلہ کی جلد چہارم ہے۔ جس میں حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادیؒ سے لے کر حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ تک کے تمام مشائخ کے احوال مفصل بیان کئے گئے ہیں۔ اس نوع کے سلسلے کو ایک درمیانی کڑی سے شروع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک محقق کو جس وقت جس قدر مواد میسر آ جاتا ہے۔ وہ اس کو بنیاد بنا کر اپنی تحقیق کے نتائج پیش کر دیتا ہے۔ یہی معاملہ خلیق احمد صاحب کے ساتھ پیش آیا ہے اور چونکہ چوتھی جلد سب سے پہلے شائع ہوئی۔ اسی وجہ سے ایسے بہت سے مباحث جو پہلی جلد میں آنے چاہئیں تھے۔ انہیں اس جلد کے شروع میں بیان کیا گیا ہے۔

اسلوب:

تاریخ مشائخ چشت ہندوستان کے چشتی بزرگوں کے متعلق ایک اہم اور منفرد کتاب ہے۔ جو بیک وقت تصوف اور سیاسیات و تاریخ جیسے علمی موضوعات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ مصنف کی یہ خصوصیت اس کتاب کے اسلوب سے عیاں ہے جس میں مصنف نے تحقیقی بیانیہ اور مؤرخانہ انداز کو اپنایا ہے۔ کتاب کا علمی پایہ بہت بلند ہے۔ جگہ جگہ بنیادی مصادر اور چشتی سلسلہ کے لٹریچر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ تحریر آسان اور عام فہم ہے جس کی بدولت کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ذیل میں اسلوب تحریر کے ضمن میں چند ایک نمونے بطور مثال پیش کئے جا رہے ہیں۔

(۱) نظامی صاحب ”قرون اولیٰ میں مسلمانوں کا سیاسی و سماجی نظام“ کے تحت خطبہ حجۃ الوداع پر بہت خوبصورت تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”یہ صدائے دل نواز جو ناقہ پر سے بلند ہوئی تھی۔ دنیا میں اخوت، مساوات اور عدل کا پہلا اور آخری پیغام تھی۔ اسلامی سماج اور سیاست جن اصولوں پر منظم ہونی تھی وہ پوری وضاحت کے ساتھ یہاں بیان کر دئے گئے تھے۔ آنے والی نسلوں کے لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ چراغ راہ کی مانند تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین نے پوری طرح اس اعلان نبوت کی پاسداری کی۔ انہوں نے نظام خلافت، منہاج سنت پر ترتیب دیا اور اپنے طریقہ کار میں راہِ نبوی کا اتباع کیا۔“ (۱۷)

(۲) شاہ فخر الدین دہلویؒ کے احوال کے ضمن میں اس دور کی ان الفاظ میں منظر کشی کی ہے۔

> ”محمد شاہ کی دلی ہے۔ زوال و انحطاط کے آثار ہر طرف نمایاں ہیں۔ قتل و غارت گری کا دور دورہ ہے۔ سکھ اور مرہٹے ہر طرف لوٹ مار کر رہے ہیں۔ نادر شاہ کا قتل عام اسی سرزمین پر ہو چکا

ہے۔مسلمانوں کا سیاسی اقتدار ہچکیاں لے رہا ہے اور دم توڑنا ہی چاہتا ہے۔جس دور کی ابتداء ایبک و ایلتمش کی رزم آرائیوں سے ہوئی تھی وہ آج محمد شاہ کی بزم آرائیوں اور ہنگامہ ہائے ناؤنوش میں ختم ہو رہا ہے۔اس سیاسی بدامنی اور اخلاقی پستی کے زمانے میں اللہ کے کچھ بندے درس وتدریس کے کام میں مشغول ہیں۔ہوا تیز وتند ہے۔لیکن وہ ہمت نہیں ہارتے اور اپنے کام میں مشغول ہیں۔"(۱۸)

(۳) حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے حالات کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"اگرچہ شاہ صاحبؒ نے عملی جہاد میں حصہ نہیں لیا۔لیکن شریعت وسنت کی تلقین میں برابر سرگرم رہے۔آپؒ کے نزدیک سلطنت کو واپس لے لینے سے زیادہ اسلامی شعار کے احیاء کی ضرورت تھی۔کہ اس کے بغیر حکومت اگر حاصل بھی کر لی جاتی تو اس کو قائم رکھنا ناممکن تھا۔ان کا عقیدہ تھا کہ دین جڑ ہے یہ کٹی تو نخل دنیا پھل چکا آپؒ مسلمانوں کے تمام آلام ومصائب ابتلاء وپریشانی، دکھ اور درد کا علاج درستی اعمال کو قرار دیتے۔اسی لئے آپؒ نے اپنی کوششوں کا مرکز بھی اعمال کی درستی کو قرار دیا۔آپؒ صحیح طور پر مسلمانوں کو اخلاق محمدی کا نمونہ دیکھنا چاہتے تھے۔قرآن وسنت کی روشنی میں عادات وکردار کی درستی کو سب چیزوں سے مقدم تصور کرتے تھے۔چنانچہ آپؒ نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ انہی کوششوں اور جدوجہد میں صرف ہوا۔"(۱۹)

مضامین کتاب:

خلیق صاحب نے کتاب کے ابتدائی حصہ میں تصوف اسلام کی نوعیت، ارتقائی مدارج، اصطلاحاتِ تصوف اور اس کے اثرات ونتائج کا جائزہ لیا ہے۔چونکہ یہ کتاب چوتھی کڑی ہونے کے باوجود مصنف کے سلسلہ چشت کے حوالہ سے پہلی جلد کے طور پر شائع ہوئی ہے اسی وجہ سے تقریباً نصف کتاب تصوف کی بنیادی معلومات اور اس کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ذیل میں اس کا مختصر اًخاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

تصوف اسلام پر ایک نظر / تصوف اسلام کی تاریخ:

اس عنوان کے تحت مصنف نے لفظ صوفی کی تحقیق، تصوف کے مآخذ پر بحث، تصوف کی قرآن وسنت کی روشنی میں اہمیت، تصوف اور صوفیاء کا مقصد حیات، محبت الٰہی، محبت الٰہی کے انسانی زندگی پر اثرات، محبت الٰہی کی عملی راہ، صوفیاء اور تعلیم اخلاق اور تصوف میں ارتقاء روحانی کے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کا سیاسی وسماجی نظام:

اس میں مصنف نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلافت راشدہ کے ادوار کے سیاسی وسماجی نظام کا موازنہ وتقابل بنوامیہ کے دور سے کیا ہے اور اس نظام میں جو تبدیلی پیدا ہوئی اس کو تاریخی تناظر میں بیان کیا ہے۔

طبقات صوفیاء کی سہ گانہ تقسیم:

صوفیاء کا ابتدائی جائزہ لینے کے بعد مصنف نے صوفیا کے کردار واثرات کے لحاظ سے تین طبقے بیان کئے ہیں۔

طبقہ اول: اس طبقہ کا تعلق 661ء سے 850ء تک ہے۔اس طبقہ کے صوفیاء میں اویس قرنیؒ، حسن بصریؒ، مالک دینارؒ، محمد واسعؒ، حبیب عجمیؒ، فضیل بن عیاضؒ اور ابراہیم بن ادھمؒ کو شمار کیا جاتا ہے۔بصرہ اور کوفہ جو کہ تصوف کے ابتدائی مراکز بنے۔ یہاں کے صوفیاء کا طرز عمل اور خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے جس کے اثرات بعد کے ادوار پر اپنے گہرے نقوش ثبت کر گئے۔

طبقہ دوم: صوفیاء کرام کا دوسرا طبقہ اسلامی تاریخ کے نہایت اہم موڑ سے تعلق رکھتا ہے۔ جب یونانی فلسفہ اور علوم مسلم سوسائٹی کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھا۔

اس دور میں ذات وصفت خداوندی، خلق قرآن، جنت ودوزخ، معجزات، معراج غرض ہر ہر مسئلہ عقل کی کسوٹی پر رکھا گیا۔ آیات قرآنی کی ایسی تاویلات کی گئیں جس سے یونانی فلسفہ کی تائید ہو سکے۔ اس صورتحال کا سب سے زیادہ افسوسناک نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کا طریق استدلال دقیقہ سنجیوں میں گم ہو گیا۔(۲۰)

ان حالات میں صوفیاء کا جو طبقہ پیدا ہوا۔ انہوں نے عقلیت کے خلاف آواز اٹھائی اور عشق الٰہی پر زور دیا۔ اس دور میں حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت ذوالنون مصریؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ کے اسماء گرامی معروف ہیں۔ ان صوفیاء نے فلسفہ کی پیدا کی ہوئی ذہنی لامرکزیت کو قلبی کیفیات کے ذریعے دور کرنے کی کوشش کی۔

طبقہ سوم: تصوف کا یہ دور دسویں صدی عیسوی سے متعلق ہے۔ اس دور میں حیلہ سازی کا رجحان پیدا ہوا۔ شرعی احکام سے بچنے کیلئے حیلے تراشے گئے۔ ان حیلہ بازیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تزکیہ نفس اور اصلاح باطن جو مذہب کا اصل مقصود تھا اس کو بالکل فراموش کر دیا گیا اور مذہب کی روح بالکل مردہ ہو گئی۔ صوفیاء کا جو طبقہ ان حالات میں پیدا ہوا اس نے مذہب کی حقیقی روح کو بیدار کرنے، باطن کی اصلاح اور اخلاق کی درستگی کی طرف خصوصی توجہ دی اور اصلاح نفس کا درس دیا۔ اس صدی کے صوفیاء میں شیخ ابوسعید ابن العربی (م۔952ء)، شیخ ابو طالب مکی (م۔996ء)، شیخ ابوبکر (م۔1000ء) اور ابوعبدالرحمٰن السلّمی (م۔1021ء) معروف اور قابل ذکر شخصیات ہیں۔ ان بزرگوں نے زبان اور قلم سے مذہب کی صحیح روح کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ اصلاح باطن پر زور کے ساتھ ساتھ حیلہ بازیوں کا رد کیا اور اخلاقی تعلیمات کو عام کیا۔

تصوف گیارہویں صدی عیسوی میں:

اس صدی کی اہم شخصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ شیخ ابونعیم اصفہانیؒ (م۔1008ء) ۲۔ شیخ ابوالقاسم قشیریؒ (م۔1072ء)

۳۔ شیخ علی ہجویریؒ (م۔1079ء) ۴۔ شیخ عبداللہ انصاریؒ (م۔1088ء)

۵۔ شیخ ابوسعید ابی الخیرؒ (م۔1049ء)

اس دور میں رسالہ قشیریہ اور کشف المحجوب نے تصوف کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ اور درج ذیل اہم پیش رفت ہوئیں۔

اولاً: تصوف کے خیالات تیزی کے ساتھ عوام میں پھیلے اور تقریباً ہر مذہب کے مشاہیر صوفیاء اور علماء نے تصوف کی حمایت میں قلم اٹھایا۔

دوم: تصوف اور شریعت اسلامیہ کے درمیان تطبیق کی کامیاب کوشش کی گئی جس کے نتیجہ میں آئندہ سالوں میں علماء کا بڑا حصہ تصوف کی طرف کھچ آیا۔

سوم: شیخ ابوسعید ابوالخیر نے اپنی رباعیات، شیخ عبداللہ ہروی نے اپنی مناجات اور شیخ ہجویری نے اپنی کشف المحجوب کے ذریعے تصوف کے خیالات کو عوام تک پہنچا کر تصوف کو عوامی تحریک بننے اور سلاسل کو منظّم ہونے کا سامان بہم پہنچایا۔(۲۱)

تصوف بارہویں صدی عیسوی میں:

اس صدی میں تصوف کا پورا فلسفہ ترتیب دیا گیا۔ یہاں تک کہ اس کو باقاعدہ ایک فن کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ روحانی سلاسل کی بھی داغ بیل پڑی۔ اس صدی کی اہم شخصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ امام غزالیؒ (م-1111ء) ۲۔ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ (م-1166ء)

۳۔ شیخ محی الدین ابن العربیؒ (1165ء تا 1240ء) ۴۔ شیخ ابونجیب الدین عبدالقاہر سہروردیؒ (1097ء تا1190ء)

۵۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (1144ء تا1234ء)

اس صدی میں جہاں ایک طرف امام غزالیؒ نے علمی حیثیت سے تصوف کو ایک مستقل فن بنانے کی خدمت سرانجام دی تو دوسری جانب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے علمی اعتبار سے اس تحریک میں ایک جان ڈال دی۔ ان سے پہلے کسی بزرگ نے تصوف کو اسلام کے زریں اصولوں کی نشرواشاعت کا ذریعہ اس طرح نہیں بنایا تھا۔ انہوں نے ارشادو تلقین کا جو طریقہ اختیار کیا وہ اپنی مثال نہیں رکھتا۔ جس کی وجہ سے وہ علاقے جو بدھ مت کے زیراثر تھے۔ اسلامی تعلیمات سے روشناس ہوئے افغانستان اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں میں بھی ایک زبردست دینی انقلاب برپا ہوا۔ اسی دور میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے تصوف کے بنیادی اعتقادات، خانقاہوں کی تنظیم، مریدین وشیوخ کے تعلقات اور دیگر مسائل کے حوالہ سے تصوف کا پورا فلسفہ عوارف المعارف میں سمودیا۔

تصوف تیرھویں صدی عیسوی میں:

یہ صدی روحانی سلاسل کی تکمیل کی صدی ہے۔ اس کی تشکیل سے تصوف کی تحریک میں ایک نئی جان پڑگئی۔ اسلامی

تصوف کی تاریخ ہر اعتبار سے مکمل ہو جاتی ہے۔اس کے بعد یہ تحریک زوال وانحطاط اور اصلاح وتجدید کی مختلف حالتوں سے گزرتی رہی لیکن بنیادی طور پر اس کے فلسفہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوا اور نہ ہی اس کے عملی پروگرام میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی۔ امام غزالیؒ اور شیخ اکبرؒ کے افکار کے گرد تصوف کی ساری دنیا گردش کرتی رہی۔ان بزرگوں کی تصانیف کے حاشیوں اور خلاصوں سے باہر نکلنے کی ہمت کسی کو نہ ہوئی مثنوی مولانا روم نے شاعری کی ساری دنیا کو اپنے اندر جذب کر لیا۔غرض ہر اعتبار سے اس صدی میں تصوف کی تحریک معراج کمال کو پہنچ گئی۔اس کے بعد مصنف نے مشہور سلاسل نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ،سہروردیہ،فردوسیہ وشطاریہ کا تعارف کرایا ہے۔

سلسلہ چشت:

تصوف کا تعارف، اصطلاحات اور اس کے ارتقائی مدارج کے بیان کے بعد مصنف اصل موضوع سخن چشتی سلسلہ کی طرف آتے ہیں اور اس ضمن میں درج ذیل عنوانات زیر بحث لاتے ہیں۔

سلسلہ چشتیہ کی وجہ تسمیہ، سلسلہ مشائخ، ہندوستان میں چشتی سلسلہ کے آغاز وارتقاء کے ضمن میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور ان کے خلفاء قطب الدین بختیار کاکیؒ اور شیخ حمید الدین صوفی سوالی ناگوریؒ کے احوال کا بیان، التمش کے دور میں دہلی کو چشتی سلسلہ کا مرکز قرار دیتے ہوئے قطب الدین بختیار کاکیؒ اور ان کے خلفاء کی خدمات،صوبہ پنجاب میں چشتیہ سلسلہ کی اشاعت کے حوالے سے شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ ان کے خلفاء اور اولاد کے احوال وخدماتِ اسلام، چشتیہ سلسلہ کے دور عروج کے عنوان سے شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی دہلی میں خانقاہی خدمات کے ساتھ ساتھ ان کے اہم خلفاء کا تعارف، شیخ نصیرالدین چراغ دہلویؒ کے احوال وچشتی سلسلہ کے حوالہ سے خدمات اور ان کی وفات پر چشتیہ سلسلہ کے دور اول کا خاتمہ، سلطان محمد بن تغلق اور مشائخ چشت کے درمیان ٹکراؤ اور اس کے اثرات ونتائج کا تفصیلاً جائزہ لیا گیا ہے۔پھر مصنف نے چشتی سلسلہ کی مرکزیت ختم ہونے کے بعد ہندوستان کے مختلف علاقوں بنگال، دکن، گجرات، مالوہ اور ردولی میں انفرادی طور پر جن بزرگوں نے چشتی خانقاہیں قائم کر کے سلسلہ کو فروغ دیا ان کی خدمات کو بیان کیا ہے۔

سولہویں اور سترھویں صدی میں سلسلہ چشتیہ:

مصنف نے اس دور کو چشتی سلسلہ کی تنزلی کا دور قرار دیا ہے کیونکہ اس دور میں سلسلہ کے دور اول کی خصوصیات اور مرکزیت مفقود تھی اور اس دور سے متعلق صرف تین شخصیات شیخ جلال الدین تھانیسریؒ، شیخ عبدالعزیز چشتی دہلویؒ، اور شیخ سلیم چشتیؒ کے احوال بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔

اٹھارویں صدی عیسوی چشتیہ سلسلہ کی نشاۃ ثانیہ:

مصنف کے مطابق پچھلے دوسو سالوں سے چشتی سلسلہ پر جمود کا جو عالم طاری تھا۔اٹھارویں صدی میں اس کا قفل ٹوٹا اور اس کا سہرا شاہ کلیم اللہ دہلویؒ کے سر ہے جنہوں نے اصلاح وتربیت کا زبردست نظام قائم کیا اور سلسلہ کو فروغ دیا اور ان

کے بعد ان کے تربیت یافتہ خلفاء میں نظام الدین اورنگ آبادیؒ، فخر الدین دہلویؒ اور شاہ نور محمد مہارویؒ کی بدولت چشتی سلسلہ کی عظمت رفتہ بحال ہوگئی۔ اسی دور میں امروہہ میں شاہ عضد الدولہ (م۔ 1172ھ)، شاہ عبدالہادی (م۔ 1190ھ) اور شاہ عبدالباری (م۔ 1226ھ) کی بدولت صابریہ سلسلہ کو بھی ترقی نصیب ہوئی۔ اس حصہ میں مصنف نے چشتیہ سلسلہ کے احیائے نو کے حوالے سے تفصیلات مہیا کیں ہیں۔

مشائخ چشت کا نظام اصلاح وتربیت:

سلسلہ چشتیہ میں رشد وہدایت کیلئے تربیت کا جو نظام قائم تھا مصنف نے اس پر تفصیلی معلومات فراہم کیں ہیں۔

اولاً: بیعت کا تعارف، مقاصد، اہمیت ووقعت، طریقہ، خصوصیات اور اس کے فوائد وثمرات۔

دوم: سلسلہ چشتیہ میں شعار اسلام اور اسلامی نظام کی خصوصیات پر زور۔

سوم: سلسلہ چشتیہ میں خلفاء، مریدین خصوصی اور عام مریدین کی تربیت، شرائط اور ذمہ داریوں کے حوالہ سے جو تفاوت پایا جاتا ہے اس کا جائزہ۔

چہارم: ہندوؤں سے چشتی بزرگوں کے تعلقات کی نوعیت اور برتاؤ۔

پنجم: سلسلہ میں سماع اور اصول السماع اور اس کی شرائط ولوازم کا مختصراً تعارف۔

اٹھارویں صدی کا سیاسی منظر نامہ:

مصنف نے اٹھارویں صدی میں برصغیر میں زوال پذیر مغل سلطنت کی تنزلی کا جائزہ لیا ہے۔ مسلمانوں میں جو سیاسی انتشار، اخلاقی زبوں حالی اور معاشی بحران کی کیفیت تھی اس کو بیان کرنے کے بعد اس دور میں سکھوں، مرہٹوں، جاٹوں اور روہیلوں کے کردار پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد برصغیر پر انگریزوں کا قبضہ اور مسلمانوں کی اقتصادی، معاشرتی، تہذیبی، تمدنی اور اخلاقی ابتری کی وجوہات اور ان کے اثرات کو بیان کیا ہے۔

تبویب وتدوین:

مصنف نے بقیہ کتاب کو بارہ ابواب میں تقسیم کیا ہے جس میں چودہ اہم شخصیات سلسلہ چشت جن کا تعلق اٹھارہویں اور انیسویں صدی سے رہا ہے پر تفصیلی معلومات فراہم کی ہیں اور یہی وہ موضوعات ہیں جنہیں فاضل مصنف نے جلد چہارم کی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ مصنف نے ہر شخصیت کے احوال وآثار، سلسلہ کی خدمات واشاعت میں کردار، حکمران وقت سے تعلقات کی نوعیت، سلسلہ کے خانقاہی نظام پر اثرات اور سلسلہ کی تبلیغی مساعی کے حوالہ سے بالتفصیل جائزہ لیا ہے۔ ذیل میں بالترتیب ان شخصیات کو بیان کیا جارہا ہے۔

باب اول: حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادیؒ (1060ھ تا 1142ھ) باب دوم: حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ (1060ھ تا 1142ھ)

باب سوم: حضرت شاہ فخر الدین دہلویؒ (1126ھ تا 1199ھ)
باب چہارم: خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ (1142ھ تا 1205ھ)
باب پنجم: حضرت شاہ نیاز احمد بریلویؒ (1173ھ تا 1250ھ)
باب ششم: حضرت خواجہ محمد عاقلؒ (م۔ 1229ھ)
باب ہفتم: حضرت حافظ محمد جمال ملتانی (م 1226ھ)
باب ہشتم: حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ (1184ھ تا 1267ھ)
باب نہم: حافظ محمد علی صاحب خیر آبادیؒ (1192ھ تا 1266ھ)
باب دہم: حاجی نجم الدین صاحب شیخاواٹی (1234ھ تا 1287ھ)

باب یازدہم: حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ (1214ھ تا 1300ھ)

(i) پیر سید غلام حیدر علی شاہؒ جلالپوری: (1254ھ تا 1326ھ) (ii) پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

باب دوازدہم: حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ (1241ھ تا 1313ھ)

اختتام کتاب:

کتاب کے آخر میں مصنف نے اپنے پردادا مولوی ارشاد علی فریدیؒ (1825ء تا 1900ء) اور دادا مولوی نذیر احمد (1871ء تا 1942ء) کے احوال بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان حضرات کی چشتی سلسلہ سے نسبت اور ان کے علمی شغف و دلچسپی کو بیان کیا ہے۔ جس کے اثرات مصنف کی زندگی پر منعکس ہوئے۔

تاریخ مشائخ چشت کے مآخذ:

کسی بھی کتاب کی اہمیت وافادیت میں اس کتاب کے مصادر کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ تاریخ مشائخ چشت کے مآخذ بھی اس کی اہمیت و مقبولیت کو اجاگر کرتے ہیں ۔جس میں مصنف نے اڑھائی سو کے قریب اردو (۱۹۸) اور انگریزی (۴۱) کتب کے حوالہ جات دیئے ہیں۔ حوالہ جات میں فٹ نوٹ کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ خلیق احمد نظامیؒ نے کتاب تاریخ مشائخ چشت کی تحقیق میں کتب سوانح و تاریخ ،تصوف و اخلاق ،اصول و ادب غرض ہر اس کتاب سے استفادہ کیا ہے جو ان کے موضوع سے متعلق ہو سکتی تھی۔ ان کا یہ علمی شاہکار جن سرچشموں سے سیراب ہوا ہے۔ اس کی تفصیل انہوں نے اپنی کتاب کے آخر میں دی ہے۔ ذیل میں برائے استشہاد چند مصادر و مراجع کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ ان کی محنت شاقہ اور وسعت مطالعہ کا اندازہ ہو سکے۔

کتب تصوف:

۱۔ اخبار الاخیار از شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ
۲۔ اصول السماع از مولانا فخر الدین زرادی
۳۔ السنۃ الجلیہ فی الچشتیہ العلیہ از مولانا اشرف علی تھانوی
۴۔ تذکرۃ الاولیاء از خواجہ فرید الدین عطار

۵۔رسالہ احوال پیران چشت از قاضی حمید الدین ناگوری
۶۔رسالہ قشیریہ از امام قشیری
۷۔سفینۃ الاولیاء از دارا شکوہ
۸۔سیر العارفین از حامد بن فضل اللہ جمالی
۹۔سیر الاقطاب از شیخ اللہ دیا چشتی
۱۰۔سیر الاولیاء از امیر خورد
۱۱۔فتوح السلاطین از عصامی
۱۲۔فتوحات مکیہ از محی الدین ابن عربی
۱۳۔فوائد الفواد از امیر حسن علاء سجزی
۱۴۔قول الجمیل از شاہ ولی اللہ
۱۵۔کتاب اللمع از شیخ ابونصر سراج
۱۶۔کشف المحجوب از شیخ علی ہجویری
۱۷۔کشکول کلیمی از شاہ کلیم اللہ دہلوی
۱۸۔مراۃ الاسرار از عبدالرحمٰن چشتی
۱۹۔مکتوبات مجددی از مجدد الف ثانی
۲۰ مناقب المحبوبین از حاجی نجم الدین
۲۱۔نظام القلوب از شاہ نظام الدین اورنگ آبادی
۲۲۔نفحات الانس از مولانا عبدالرحمٰن جامی

کتب لغت:

۲۳۔ جمہرۃ اللغت از ابن درید

کتب سوانح و تاریخ:

۲۴،۲۵۔ الغزالی، المامون از مولانا شبلی نعمانی
۲۶۔الکامل از ابن اثیر
۲۷۔ تاریخ فرشتہ از ابوالقاسم ہندو شاہ فرشتہ
۲۸۔تاریخ فیروز شاہی از ضیاء الدین برنی
۲۹۔ خزینۃ الاصفیاء از غلام سرور لاہوری
۳۰۔طبقات ناصری از منہاج السراج جورجانی
۳۱۔ عجائب الاسفار از ابن بطوطہ
۳۲۔کتاب الہند از ابوریحان البیرونی
۳۳۔ مقدمہ ابن خلدون از علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون

کتب اصول و ادب:

۳۴،۳۵۔آثار الصنادید، آئین اکبری از سر سید احمد خان
۳۶۔اردوئے معلیٰ از غالب
۳۷۔الفوز الکبیر فی اصول التفسیر از شاہ ولی اللہؒ
۳۸۔مکتوبات اقبال از علامہ اقبال

انگریزی مصادر:

مصنف نے کتاب ھذا میں دو سو کے قریب اردو مصادر کے ساتھ ساتھ اکتالیس اہم و معروف انگریزی کتب، جرنلز، تحقیقی مضامین کو بھی بطور حوالہ جات بنیاد بنایا ہے۔ چند ایک بطور مثال درج ذیل ہیں۔

History and Biography Books:

39.Akbar the Great Mughal by Smith
40.Fall of the Mughal Empire, Vol.I by Sir J. Nath. Sarkar.

41.History of Aurangzeb, Vol.III, by S.J.N. Sarkar.

42.History of the Indian People by D. Tara Chand.

43.History of Jahangir by D.B. Parshad.

44.History of the Arabs by Prof. P.K. Hitti.

45.History of Shah Jahan by Saksena Banarsi Prasad

46.Hazrat Amir Khusrau of Delhi by M. Habib, Bombay,1930.

47.Life and Works of Amir Khusrau by Mirza Wahid , Calcutta,1935.

Sufism books,Encyclopedia,Journals and Research Articles:

48.An Empire Bilder of India in the Sixteenth Century, Vol.I, R. Williams

49.Elliot and Dowson, Vol. VII.

50.Encyclopedia of Islam, Vol.I, by Prof. D.S. Margoliouth

51.Geschichte Der Arabischen Litteratur (supplement) by Brockelmann.

52.Gibb Memorial Series, Prof. R.A. Nicholson

53.Islamic Culture by H.A.R. Gibb, 1942.

54.Islamic Taxation in the Classic Period by Frede Lokkegaard, Copenhagen, 1950.

55.Reconstruction of Religious thought in Islam by Allama Iqbal.

56.The Doctrines of the Sufis by A.J. Arberry, Egypt, 1934.

خصوصیات کتاب:

کتاب درج ذیل خصوصیات کی حامل ہے۔

۱) مصنف نے تصوف کو تاریخی نقطہ نظر سے پیش کیا ہے اور ہر دور کی فکر کو اس عصر کے مخصوص مسائل سے متعلق کر کے واضح کیا ہے۔ تاریخ کے کسی دور میں بھی تصوف کی ایک جامد حیثیت نہیں رہی۔ انسان کے افکار کا اس کے مادی ماحول سے متعلق ہونا ایک لازمی چیز ہے۔ اس کے افکار خلا میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ تصوف کو ایک جامد طریقہ فکر خیال کر لینا ہماری مستقل عادت بن چکی ہے۔ خلیق صاحب نے اس غلط اور فرسودہ راہ سے ہٹ کر تصوف کے انقلابات کو سماجی اور سیاسی نظام سے منسلک کر کے وسائل کی وضاحت کی ہے۔(۲۲)

۲) مصنف نے تصوف کے ان تمام ماخذ کا وسیع مطالعہ کیا ہے جن تک ان کی دسترس ممکن ہو سکی۔

۳) جگہ جگہ مصنف نے زیر بحث موضوع پر مزید تفصیلات کے لئے اس موضوع سے متعلق کتب کے حوالے دیئے ہیں۔ مثلاً صفحہ ۱۶۹ پر ناگور کے تذکرہ کے ضمن میں قاری کو مطلع کیا ہے کہ

”ناگور کے متعلق ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کا مضمون Nagar:A Forgotten Kingdom

کا مطبوعہ دکن کالج ریسرچ انسٹیٹیوٹ بلیٹن (پونہ) نومبر ۱۹۴۰ء (ص ۱۶۶ تا ۱۸۳) مطالعہ کے قابل ہے۔''(۲۳)

۴) اگر کسی مقام پر کوئی بات وضاحت طلب ہے یا پھر اضافی معلومات درکار ہیں تو حواشی میں اس کی تفصیل درج ہے۔

جیسا کہ صفحہ ۱۵۹ پر شجرۃ الانوار کی وضاحت حواشی میں تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شجرۃ الانوار مولانا رحیم بخش خلیفہ حضرت فخر الدین دہلویؒ کی تصنیف ہے۔مشائخ چشت کے حالات بڑی تلاش اور محنت سے جمع کئے ہیں۔''(۲۴)

۵) مصنف نے صوفیانہ انداز کے ساتھ ساتھ مؤرخانہ اسلوب کو بھی بہترین طریقے سے اپنایا ہوا ہے۔

۶) مصنف نے جس بزرگ کے بھی احوال بیان کئے ہیں اس سے پہلے اس دور کے سیاسی، سماجی اور تمدنی حالات کا جائزہ پیش کرتے ہوئے ایک منطقی ربط قائم کرنے کی کوشش کی ہے جو قاری کیلئے دلچسپی اور دلکشی کا باعث بنتی ہے۔

۷) مصنف نے بنیادی وثانوی دونوں قسم کے مصادر سے استفادہ کیا ہے۔

۸) ہندوستان کے قرون وسطیٰ کے صوفیاء کی جو تصانیف دستیاب ہوتی ہیں ان میں اس دور کے فرمانرواؤں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔جیسے فوائد الفواد از امیر حسن سنجریؒ میں صرف شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات کو جمع کیا ہے۔اس کتاب میں معاصر فرمانروا سلطان علاء الدین خلجی کا یکسر کوئی حوالہ ہی نہیں ملتا حالانکہ جن تاریخوں میں یہ ملفوظات جمع کئے گئے تھے اس وقت علاء الدین سریر آرائے سلطنت تھا۔بالکل یہی حال خیر المجالس از حمید قلندر کا ہے جس میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے ملفوظات جمع کئے ہیں لیکن فیروز شاہ کا ذکر بالکل مفقود ہے۔(۲۵)

خلیق صاحب نے اپنی اس تصنیف میں اس کمی کو دور کیا ہے۔

۹) کتاب کی امتیازی خصوصیت یہ ہے۔کہ اس کتاب میں روایتی کتب کی طرح کشف وکرامات سے ہی صفحات کو نہیں بھرا گیا بلکہ حتی المقدور اس چیز سے اجتناب کیا گیا ہے۔

۱۰) مصنف نے مکتوبات کو بھی تحریری سرمایہ کا حصہ بنایا ہے اور بطور ماخذ استعمال کئے ہیں۔

۱۱) مصنف نے ایک بڑی تعداد میں انگریزی لٹریچر سے بھی استفادہ کیا ہے۔

۱۲) مصنف نے بعض مقامات پر بعض کتب پر تحقیق کر کے ان کے بارے میں اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے (یعنی مصنف نے جرح وتعدیل سے بھی کام لیا ہے) جیسا کہ صفحہ 281 پر مولانا اشرف علی تھانوی کی تصنیف ''السنۃ الجلیہ فی الچشتیۃ العلیہ'' ہے۔

بقول مصنف مولانا نے یہ کتاب بڑی محنت سے تیار کی ہے لیکن اس کا شدید نقص یہ ہے کہ کتاب میں موضوع ملفوظات کو بڑی کثرت سے بیان کیا گیا ہے۔اور اپنی تحقیق کے ثبوت کے طور پر پروفیسر محمد حبیب کے مضمون کا حوالہ درج کیا ہے۔(۲۶)

۱۳) آسانی کے لیے گراف کی شکل میں بھی معلومات فراہم کی ہیں جیسا کہ صفحہ 530 پر خواجہ نور محمد مہاروی کی اولاد کو نقشہ کی صورت میں دکھایا ہے۔

۱۴) مصنف نے گزشتہ عدالتی فیصلوں کو بھی ماخذ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

جیسا کہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے احوال کے ضمن میں تونسہ میں آپؒ نے جو مدارس کے سلسلہ میں کاوش کی۔اس کی وضاحت کرتے ہوئے ''مقدمہ دیوانی فیصلہ ایچ۔ایف۔فاربس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ جج ملتان مقدمہ نمبر ۱۰۹، ۱۹۱۱ء'' کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

> ''۱۹۱۱ء میں خواجہ حامد اور خواجہ محمود کے درمیان ایک مقدمہ ڈسٹرکٹ جج ملتان کی عدالت میں ہوا تھا اس میں بعض پرانے گواہوں کے بیانات اور عمارتوں کے معائنہ سے ان مدرسوں کے تفصیلی حالات معلوم ہوئے۔جج نے اپنے فیصلہ میں ان مدارس کی تفصیل دی تھی۔اس کے بعد فاضل مصنف نے فیصلہ کے اہم اقتباسات نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ خواجہ صاحبؒ نے تونسہ کو دارالعلوم بنا دیا تھا۔'' (۲۷)

۱۵) خلیق صاحب نے بڑے مدلل انداز میں اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صوفیاء خدمت خلق کو فضیلت کا معیار ٹھہراتے ہیں اور بنی نوع انسان کی خدمت کئے بغیر خدا پرصوفی کا ایمان ناقص تصور کرتے ہیں۔

خفیف نکات:

اگرچہ کتاب بے شمار خوبیوں سے مزین ہے مگر اس میں چند ایک خفیف نکات بھی پائے جاتے ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

۱) بعض مقامات پر مصنف نے حوالہ جات کی مکمل تفصیلات فراہم نہیں کیں اور صرف کتاب کا نام لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ مثلاً

(i) صفحہ ۳۹ پر حوالہ نمبر ۲ میں ''تذکرۃ الاولیاء، ص ۸'' درج ہے۔مصنف اور اشاعتی ادارہ درج نہیں کیا۔

(ii) صفحہ ۴۶ پر حوالہ نمبر ۱ ''Islamic culture1942,p265'' درج ہے۔جبکہ پروفیسر گب نے جس عنوان سے آرٹیکل تحریر کیا۔وہ نہیں بتایا گیا۔

(iii) صفحہ ۶۵ پر مترجم حدیث نقل کرنے کے بعد بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع پر اکتفا کیا گیا۔اور صفحہ ۷۸ پر حدیث کا ترجمہ بیان کرکے حوالہ میں صرف ''مسلم عن ابو ہریرہ'' لکھا ہے۔احادیث ترجمہ شدہ ہیں اس کے مترجم، اشاعتی ادارہ اور سن طباعت کے بارے میں کوئی تفصیل فراہم نہیں کی گئی۔

(iv) صفحہ ۷۵ پر ''خیر المجالس (قلمی نسخہ۔مجلس ہفتم) اردو ترجمہ (مطبوعہ) ص ۲۷'' درج ہے۔مگر مترجم، ادارہ، شہر اور سن طباعت کی کوئی تفصیل نہیں۔

اکثر و بیشتر مقامات پر مصنف کا یہ سقم نظر آتا ہے۔ تاہم فہرست مصادر و مراجع میں بعض تفصیلات کی دستیابی سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔

۲) کشف و کرامات اور خرق عادات واقعات کو بالکل ہی صرف نظر کر دیا گیا ہے۔

۳) مصنف نے کثرت کے ساتھ فارسی لٹریچر کو نقل کیا ہے مگر کتاب میں 300 سے زائد مقامات ایسے ہیں جہاں ان کا ترجمہ نہیں دیا گیا۔ جو کہ عام قاری کے لئے دقت کا باعث ہے۔

۴) مصنف نے اکابرین مشائخ چشت کے حوالہ سے تفصیلی معلومات فراہم نہیں کیں۔

تصوف اور صوفیاء پر الزامات اور ان کا رد:

مضامین کتاب سے پہلے خلیق صاحب نے مقدمہ میں عمومی طور پر تصوف اسلام اور صوفیاء پر جو الزامات لگائے جاتے رہے ہیں دلائل کے ساتھ ان کا رد کیا ہے۔

(i) اسلام کے حوالے سے سب سے زیادہ جراح وتنقید کا نشانہ تصوف ہی کو بنایا گیا ہے۔ اسے غیر اسلامی ماخذوں کا منبع قرار دیا جاتا ہے۔ اسے ملت اسلامیہ کے مختلف امراض کا باعث، زندگی سے فرار، رہبانہ طرز زندگی، شریعت کی اتباع سے انحراف اور غیر اسلامی فکر و کردار کا حامل نظریہ ثابت کرنے کیلئے ناقدین نے سرتوڑ کوشش کی ہے۔ حقیقت میں یہ تمام الزامات بے بنیاد اور خلاف حقیقت ہیں۔ تصوف کی اساس شریعت ہے اور اس کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہے۔(۲۸)

تصوف کی مستند کتب مثلاً قوت القلوب، رسالہ قشیریہ، کشف المحجوب، عوارف المعارف، تذکرۃ الاولیاء، فوائد الفواد اور خیر المجالس کے صفحے کے صفحے الٹا دیکھیے صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عملاً کتاب وسنت کی تلقین ملے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ صوفیاء کا ہمیشہ عقیدہ یہ رہا ہے کہ جس عمل کو کتاب وسنت رد کر دیں وہ ''زندقہ'' ہے جس شخص کی زندگی شریعت وسنت کے مطابق نہیں اسے صوفیاء کے طبقہ میں شمار نہیں کرنا چاہیے چہ جائیکہ اس کے عمل کو تمام صوفیاء کا عمل تصور کر کے تصوف پر تنقید کی جائے۔(۲۹)

(ii) کچھ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ تصوف جہلاء کا مسلک تھا اور صوفیاء کرام علم دین سے نابلد تھے۔

مشائخ کے حالات کا سرسری مطالعہ بھی اس الزام کی نوعیت دریافت کرنے کیلئے کافی ہے۔ مشائخ عظام کسی بھی شخص کو اس وقت تک خلافت نہیں دیتے تھے جب تک وہ علوم ظاہری میں کامل دسترس نہ رکھتا ہو۔(۳۰)

(iii) صوفیاء کرام پر ایک عام الزام رہبانیت کا ہے۔

جس چیز کو صوفیاء نے ترک کیا وہ دنیا نہ تھی دنیا کا بے اعتدلانہ استعمال تھا وہ کہتے تھے کہ انسان اللہ کی دی ہوئی سب نعمتوں سے فائدہ اٹھائے اس کائنات کی ایک ایک چیز سے مستفید ہو لیکن اس طرح کہ دنیا کی محبت اس دل کو آلودہ نہ کرنے پائے۔(۳۱)

(vi) صوفیا نے ملت کے قوائے عمل کو مضمحل کر دیا۔

حالانکہ ان بزرگوں نے ملت کے عروق مردہ میں ہمیشہ نئی روح پھونکی ہے اورزوال وانحطاط کے زمانہ میں تجدید و احیاء کے راستے تلاش کیئے ہیں۔ یورپ کے مستشرق جب اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی زوال کبھی ان کے دینی نظام کو تباہ نہ کرسکا۔ تاریخ اسلام سے بار ہا ایسے موقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہوسکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیہ کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔ (۳۲)

ان بزرگوں نے بصیرت اور حکمت کے ساتھ نامساعد حالات کا مقابلہ کیا ہے ان کا ہاتھ ملت کی نبض پر اور ان کا دماغ تجدید واحیاء کی تدبیریں سوچنے میں مصروف رہتا تھا۔ جب مسلمانوں کی سیاسی ترقی کا دور شروع ہوا تو ان بزرگوں کا مرکز و محور اس نظام کی اصلاح رہا۔ لیکن جب پھر سے مسلمانوں کا سیاسی نظام درہم برہم ہوا تو ان کا محاذ مادیت کے سیلاب کو روکنا بنا۔ جب قوم میں اخلاقی تنزلی دیکھی تو انہوں نے اپنی تمام ذہنی اور عملی صلاحیتیں صحت مند عناصر کو ابھارنے میں صرف کر دیں۔

(v) اگرچہ بعدازاں مسلمانوں نے باطنی زندگی کو ظاہری زندگی سے الگ کیا اور شریعت کو طریقت سے جدا کیا۔ دنیا پرستی سے گریز کو رہبانیت کی شکل دے دی گئی۔ مجاز پرستی، پیر پرستی، قبر پرستی اور نغمہ وسرور کو روحانی ترقی کا لازمی جزو قرار دے دیا گیا اور تمام گمراہیوں کو تصوف سے منسوب کر دیا گیا۔

لیکن اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ صوفیاء صافی نے ہمیشہ ان گمراہیوں کے خلاف آواز بلند کی ہے اور ان فاسد عناصر کو خارج کرنے کیلئے ہمیشہ کوشاں رہے ہیں۔ (۳۳)

خلاصہ کلام:

''تاریخ مشائخ چشت'' کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مشائخ چشت کے حوالہ سے خلیق احمد نظامی کی یہ ایک شاہکار تصنیف ہے۔ جس میں مصنف نے روایتی ڈگر سے ہٹ کر تحقیقی اور مؤرخانہ اسلوب کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور ہر دور کے سیاسی وسماجی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اس دور کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ یہ کتاب گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کے معروف مشائخ سلسلہ چشتیہ کی فکر واحوال اوران کی خدمات کا اِحاطہ کیئے ہوئے ہے۔ اگرچہ مصنف کا چشتی سلسلہ کے حوالہ سے پانچ جلدوں پر تحقیق واشاعت کا ارادہ مواد کی عدم دستیابی کی وجہ سے پایہ تکمیل کو نہ پہنچ پایا۔ مگر مصنف نے جس محنت وتحقیق سے یہ جلد مرتب کی ہے اس حوالے سے ہم عصر کتب میں سے کوئی کتاب اس کے ہم پلہ نظر نہیں آتی۔ اسی لئے علمی حلقوں میں اس کتاب کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ نظامی، خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، مشتاق بک کارنر اُردو بازار لاہور، ص ۶۹۳، ۶۹۴

۲۔ ایضاً، ص ۶۹۵

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً، ص ۶۹۷

5- Internet:www.Gale Encyclopedia of Biography.com

6- Ibid

7- Interview by Moin Ahmad Nizami Grandson of Khaliq Ahmad Nizami, through g.mail.com (Moinnizami82@rediffmail.com) Aug, 15, 2012

8- Ibid

9- Internet:www.Nizami.com - News.com, 6.10.2012

۱۰۔ نظامی، خلیق احمد، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور، ۲۳۹ صفحات

۱۱۔ نظامی، خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، مکتبۃ العارفین کراچی، ۱۹۷۵ء

۱۲۔ نظامی، خلیق احمد، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، ۳۸۰ صفحات

۱۳۔ نظامی، خلیق احمد، سلطنت دہلی کے مذہبی رجحانات، نگارشات لاہور، ۴۸۵ صفحات

14. www.Centre of advanced study department of history Aligarh Muslim University Aligarh (U.P),2001,India

۱۵۔ نظامی، خلیق احمد، آثار ابوالکلام، ادارہ ادبیات دلی، ۱۹۹۲ء، ۲۱۷ صفحات

۱۶۔ نظامی، خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۴

۱۷۔ ایضاً، ص ۹۴

۱۸۔ ایضاً، ص ۴۴۹

۱۹۔ ایضاً، ص ۵۸۲

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۱۱

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۲۸، ۱۲۷

۲۲۔ ایضاً، ص ۱۹

۲۳۔ ایضاً، ص ۱۶۹

۲۴۔ ایضاً، ص ۱۵۹

۲۵۔ ایضاً، ص ۱۹

۲۶۔ ایضاً، ص ۲۸۱

۲۷۔ ایضاً، ص ۵۹۳، ۵۹۲

۲۸۔ ایضاً، ص ۳۸

۲۹۔ ایضاً، ص ۴۱

۳۰۔ ایضاً، ص ۴۲

۳۱۔ ایضاً، ص ۴۳

۳۲۔ ایضاً، ص ۴۴، ۴۵

۳۳۔ ایضاً، ص ۴۷